(۸۸)

سُورۂ غاشیہ

مکۂ مکرمہ میں نازل ہوا۔ اس میں (۲۶) آیتیں ہیں

سورۂ غاشیہ کی فضیلت اور ماقبل سے ربط

اس سورت شریفہ کا ربط، سورۂ ماقبل سے اس طرح ہے کہ اگلی سورت میں مومن و کافر اور جنت دوزخ کا بیان اجمالی طور پر فرمایا گیا تھا۔ یہاں ان چیزوں کا تفصیلی بیان فرمایا جاتا ہے۔ اور اس سورت شریفہ کی فضیلت، ان احادیث شریفہ سے بھی معلوم ہوتی ہے کہ حضرت سرور دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ اور عیدین وغیرہ میں سبح اسم ربک کے ساتھ اس سورت شریفہ کو پڑھا کرتے تھے۔ نیز حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالی عنہ سے دریافت کیا گیا۔ بم کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی الجمعة مع سورة الجمعة قال هل اتاك حديث الغاشية۔ (امام مالک، مسلم۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ ابن ماجہ) حضور نبی انس وجاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز جمعہ میں، سورۂ جمعہ کے ساتھ دوسری سورت کونسی پڑھا کرتے تھے؟ تو فرمایا کہ هل اتاك حديث الغاشيه کی سورت، دوسری رکعت میں تلاوت فرماتے تھے۔"

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝ کچھ پہنچی آپ کو بات اس چھا جانے والی کی؟

حدیث الغاشیہ قابل سماعت ہے

یعنی ایسی عجیب تر ساعت جو ساری کائنات پر ہر طرف سے چھا جانے اور اس کو اپنے اندر ڈھانک لینے والی ہے کہ کوئی چیز اس کے احاطہ اور گھیرے سے نکل نہ سکے۔ اس کا کچھ احوال کیا آپ تک پہنچا ہے کہ وہ ڈھانک لینے والی، چھا جانے والی، گھیر لینے والی، ساعت کیسی ہے یقیناً ایسی عجیب تر بات، اور ایسی تعجب خیز خبر سننے کے قابل ہے۔ اس کا سنانا بھی ضروری اور اس کا غور سے سننا بھی لابدی امر ہے۔ لیجئے اس کی تاثیر کیا ہوگی اس کے کچھ احوال ہم سنائے دیتے ہیں آپ اس کو گوش ہوش سے سماعت فرمائیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: الساعة۔ (ابن جریر) وہ چھا جانے والی معلومہ ساعت ہے۔" ایک گھڑی جو پچاس ہزار برس کے برابر ہوگی۔ چھا جانے والی اور گھیر لینے والی اس اعتبار سے کہ ساعت دراصل زمانے کا جزو ہے اور زمانہ ہر چیز کو گھیرا ہوا ہے۔ کوئی چیز اس سے باہر نہیں۔ سب پر چھایا ہوا ہے۔ اور دوسرے موقع پر فرمایا: الغاشیۃ القیامۃ۔

(ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم) وہ چھا جانے والی ساعت قیامت ہے جب وہ آجائیگی تو سب پر اثر انداز ہوگی کوئی اس کے دائرۂ اثر سے خارج نہ ہوسکے گا۔ یہ اور بات ہے کہ اس کی تاثیر ہر چیز کی مناسبت اور موزونیت کے لحاظ سے جداگانہ ہو۔ یہ صفت بھی بجائے خود تعجب خیز ہے کہ ایک چیز کے مختلف آثار ہیں۔

88· وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۙ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۙ تَصْلٰى نَارًا
88· حَامِيَةً ۙ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۗ کتنے چہرے اس دن ہوں گے ذلیل
88· ہونے والے، محنت کرنے والے، رنج کھینچنے والے، گریں گے آگ میں دہکتی ہوئی بلایا
88· جائے گا پانی ایک کھولتے ہوئے چشمے کا"

قیامت میں کافروں کی خواری

یعنی قیامت کے دن کافروں کا یہ غرور و تمکنت بر طرف اور ہر سمت سے ان پر ذلت و خواری چھائی ہوئی ہوگی، سخت محنت میں ہوں گے کہ اس سے زیادہ محنت متصور نہیں، بڑی انتہائی مشقتیں جھیلتے رہیں گے کہ اس سے زیادہ کوئی مشقت خیال میں نہیں آسکتی۔ کسی کو دوزخ کے اونچے پہاڑوں پر چڑھنے اور اترتے رہنے کی سزا ملے گی۔ کوئی کھولتے پانی میں غوطے کھاتے رہیں گے اور کوئی طوق و زنجیروں میں جکڑے ہوں گے۔ دنیا میں بھی بعض کفار بڑی بڑی ریاضتیں کرتے ہیں، تپس بھرتے، حبس دم کرتے، الٹے کھڑے ہوتے اور خدا جانے

کیا کیا مشتق از خود مول لیتے ہیں مگر یہ سب کچھ چونکہ کسی حکم الٰہی پر مبنی نہیں اس لئے آخرت میں اس کا کچھ بھی اعتبار نہ ہوگا۔ اور کفر و عناد کی پاداش میں ان کو دہکتی آگ میں جا پڑنا ہوگا۔ جو کہ دوزخ کے پیدا ہونے کے وقت سے روز قیامت تک مسلسل دہکتی جا رہی ہے اس میں جل جل کر اور تپ تپ کر وہ مارے پیاس کے بے قرار ہو کر جب العطش کا نعرہ بلند کریں گے تو ان کو ایک ایسے کھولتے ہوئے چشمے کا پانی دیا جائے گا کہ وہ چشمہ جب سے پیدا ہوا ہے کھولتا ہی جا رہا ہے۔ احادیث شریفہ میں آیا ہے کہ وہ پانی جب ان کے منہ کے سامنے لایا جائے گا تو چہرے کی جلد جل کر اور گل کر اس پانی میں گر پڑے گی اور جب وہ اس سے منہ لگائیں گے تو ہونٹ کباب ہو جائیں گے اور وہ پیٹ میں جائیگا تو آنتیں کٹ کٹ کر گریں گی۔ العیاذ باللہ۔ یہ تو ان کے پینے کا سامان ہوا۔ اب ان کے کھانے کا بھی کچھ احوال سماعت کیجئے۔

88-6 88-7 لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ إِلَّا مِن ضَرِيعٍ ۝ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِي مِن جُوعٍ ۝

"نہ ہوگا ان کا کھانا مگر کانٹوں کا درخت نہ موٹا کرے اور نہ دفع کرے بھوک کچھ بھی"

عہ ضرع البھم تناول ضرع امہ وقیل منہ ضرع الرجل ضراعۃ ضعف و ذل.....
قال تضرعا و خفیۃ۔ و اما قولہ لیس لھم طعام الا من ضریع فقیل ھو یبیس الشبرق

دوزخیوں کی غذا ان دوزخیوں کی غذا اور کھانے کا حال کیا پوچھتے ہو وہ آگ میں جل جل کر بھوک سے بے تاب ہو کر کھانا دینے کے لئے چلاتے جائیں گے تو ان کو ضریع یعنی ایک خاردار درخت کی نشاندہی کی جائے گی۔ اس کے کھانے سے نہ تازگی اور توانائی آسکتی ہے اور نہ اس سے بھوک ہی دفع ہوتی ہے۔ حضرت ابو الدرداءؓ فرماتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ یلقی علی اھل النار الجوع حتی یعدل ما ھم فیہ من العذاب فیستغیثون بالطعام فیغاثون بطعام من ضریع لا یسمن ولا یغنی من جوع۔ (ابن مردویہ) اہل دوزخ پر بھوک مسلط ہوگی اتنی کہ جس عذاب میں وہ گرفتار ہیں اس کے برابر بلکہ بڑھکر۔ اب وہ کھانے کے لئے واویلا کریں گے۔ تو ان کو کھانے کے لئے ضریع دیا جائے گا جو نہ موٹا کر سکے اور نہ اس سے بھوک ہی رفع ہو سکے"۔ اور ضریع کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ شیئ یکون فی النار شبہ الشوک امر من الصبر و

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

وقیل نبات احمر منتن الریح یرمی بہ البحر وکیفما کان فاشارۃ الی شیئ منکر۔ (مفردات) بکری کا بچہ اپنی ماں کے پستان منہ میں لیتا ہے تو کہتے ہیں ضرع البھم۔ ایک قول یہ ہے کہ اسی سے ضرع الرجل ضراعۃ کا محاورہ ماخوذ ہے جسکے معنی ہیں کہ کمزور اور ذلیل ہوا۔ ارشاد باری تضرعاً وخفیۃ کے یہی معنی ہیں"۔

انتن من الجیفۃ واشدّ حرّا من النار، سمّاہ اللہ الضریع اذا طعمہ صاحبہ لا یدخل البطن ولا یرفع الی الفم فیبقی بین ذلک ولا یغنی من جوع۔ (ابن مردویہ بسند واہٍ) دوزخ میں ایک چیز ہے کانٹوں کے مشابہ ایلوے سے تلخ تر، اور مردار سڑی ہوئی چیز سے زیادہ بدبودار، اور آگ سے بھی زیادہ جلانے والی، اللہ سبحانہ نے اس کا نام ضریع بتلایا ہے جب دوزخی اس کو کھائے گا تو یہ چیز پیٹ میں داخل نہ ہو سکے گی۔ اور نہ حلق سے باہر آ سکے گی بلکہ بیچ میں پھنسی رہیگی۔ اور نہ اس سے بھوک ہی کچھ دفع ہو سکیگی" کھانے کا مقصد بھوک کو دفع کرنا اور کھوئی ہوئی قوت کو بحال کرنا اور جسم کو تازہ توانا بنانا ہوتا ہے۔ لیکن کفار کے لئے یہ سب لاحاصل رہیگا۔ یہ کفار کا حال ہوگا۔ اور اہل ایمان کی شان کیا ہوگی اس کو بھی سن لیجئے۔

88-8 وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۙ
88-9 لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۙ
8-10 فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۙ
8-11 لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ۗ کتنے چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے، اپنی کمائی سے خوش خوش، اونچے عالی شان باغ میں نہیں سنتے اس میں بکواس "

مومنین کی رفعت شان یہ اہل ایمان کی شان ہے کہ ان کے چہرے نور ایمان وعرفان سے تروتازہ درخشاں ہوں گے، دنیا میں روز وشب جو اعمال صالحہ کئے جا رہے تھے اور ان کی جو جزا آخرت میں ان کو مل رہی ہوگی اس کو سن کر اور

دیکھ کر باغ باغ ہیں۔ عالی شان اونچے اونچے باغات جوان کے لئے مہیا ہیں ان کی صفت یہ ہے کہ نہایت پُرسکون پُرلطف زندگی بسر ہوتی رہیگی۔ اہل دنیا کی عادت ہے کہ سیرو تفریح کے لئے کبھی وہ باغ میں جاتے ہیں تو بسا اوقات آپس میں لڑائی جھگڑا، گالی گلوچ، تو تو میں میں کر لیتے ہیں جس سے سارا عیش منغض ہو جاتا ہے دوبارہ ایسی جگہ جانے کو کوئی شائستہ آدمی پسند نہیں کرتا۔ لیکن آخرت کے باغ جنت کی شان کچھ اور ہی ہوگی یہاں گالی گفتار تو رہی ایک طرف، بیہودہ بکواس کا نام و نشان تک نہ ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:۔ لا تسمع اذی و لا باطلا۔ (ابن جریر) وہاں کوئی بات دل دکھانے والی یا غلط اور جھوٹ نہ ہوگی"۔ حضرت مجاہدؒ اعمشؒ اور قتادہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

اہل جنت کی سامعہ نوازی | یہ منفی صورت تھی۔ مثبت پہلو کا بیان سورہ واقعہ میں ہو چکا ہے:۔ لا یسمعون فیھا لغوا و لا تأثیما الا قیلا سلاما سلاما۔ وہاں کوئی لغو بات، یا گناہ کی گفتگو نہ ہوگی۔ ہاں ہر طرف سے سلام و پیام اور مبارک باد کا تبادلہ ہوتا رہے گا۔ اور حوران بہشتی کے دلاویز مناسب حال نغمے ہوں گے، سورۂ واقعہ میں اس کی تفسیر گزر چکی ہے۔ (عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم) یہ تو سامعہ نوازی اور خیر مقدم ہوا۔ آگے دوسری نعمتوں کا بھی کچھ احوال

سماعت فرمائیے کہ وہاں کیا کیا سامان اہل بہشت کے لئے مہیا ہے؟

فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۝ فِيهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ ۝ وَّأَكْوَابٌ مَّوْضُوعَةٌ ۝ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ ۝ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوثَةٌ ۝ اس میں چشمے ہیں بہتے ہوئے، اس میں تخت ہیں اونچے (شان دار)، اور پیالے رکھے ہوئے ہیں، اور تکیے ہیں قطار سے لگے ہوئے، اور بچھونے ہیں جا بجا بچھے ہوئے۔"

جنت کے چشمے | یہ جنّۃ عالیۃ کا وصف ہے کہ ان عالیشان باغات میں بہتی ہوئی نہریں ہیں جن کی روانی میں کبھی فرق نہیں آتا اور اسی کی بدولت وہاں کے باغات ہمیشہ سرسبز و شاداب رہتے ہیں۔ بہار ہی بہار ہے۔ خزاں کا نام نہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔ انھار الجنّۃ تفجر من جبل مسك۔ (ابن حبان، حاکم، بیہقی، طبرانی) جنت کی نہریں مشک کے پہاڑوں سے پھوٹتی ہیں۔" پھر سورہ محمدؐ میں گزر چکا کہ نہریں پانی کی، دودھ کی، شہد کی، اور شراب کی ہوں گی پھر غور کرو کہ ان نہروں سے جو درخت اگائے گئے ہوں ان کی شاخیں، تنے، پتے، پھل پھول کیسے ہوں گے اور وہاں کی ہوا کیسی خوشگوار اور پُرلطف ہوگی؟ اور وہ منظر کیا عجیب و غریب ہو گا؟

اہل جنت کے تخت | فِيهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ۔ جہاں مذکور الصدر نہریں

بہتی ہوں گی ان کے نظارے کے لئے جا بجا اونچے عالی شان تخت قرینے سے بچھے ہوں گے کہ اہل جنت ان پر بیٹھکر نظارہ کرنا چاہیں تو نہایت ہی سہولت اور آرام کے ساتھ تماشا دیکھتے رہیں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:- الواح السرر من ذهب مكللة بالزبرجد والدر والياقوت مرتفعة مالم يجيئ اهلها فاذا اراد ان يجلس عليها تواضع له ثم يرتفع الى مواضعها۔ (بغوی) سریر جنت کے تختے طلائی ہوں گے جن میں زبرجد، موتی، اور یاقوت وغیرہ جواہرات جڑے ہوں گے۔ جنتی جب تک نہ آئے وہ بلندی پر ہوں گے۔ پھر جب وہ اس پر بیٹھنا چاہیگا تو اس کے لئے اتر پڑیگا (جب وہ اس پر بیٹھ جائے گا تو چشم زدن میں) پھر وہ زرنگار تخت اپنی بلندی پر پہنچ جائے گا"

تختوں کی بلندی کی حکمت

تختوں کی بلندی اس بنا پر معلوم ہوتی ہے کہ بعض روایات میں آیا ہے:- وعلى رأسه وصائف كانهن الياقوت والمرجان اور ان تختوں پر دوشیزہ کنیزیں ہوں گی جن کا حسن وجمال اس درجہ ہو گا کہ وہ یاقوت اور مرجان سے بنائی ہوئی دکھائی دیں گی۔ جس سے سیر وتفریح کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ ہو گا۔ مادی لطف کا سامان بھی پوری طرح مہیا کیا گیا ہے اور روحانی لطف کے بھی سارے اسباب فراہم ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ بلندی

اور یہ سامان و اسباب بھی علی حسب مراتب ہوگا۔

الکواب موضوعة کی تفسیر وَاَکْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ۔ اور پیالے ہیں رکھے ہوئے" چشموں اور نہروں کو دیکھ کر انسان کا جی چاہتا ہے کہ ان میں سے کچھ پینا بھی چاہیے۔ اسی فطری تقاضے کے مدنظر اللہ سبحانہ نے اس کا سامان بھی مہیا فرمایا ہے کہ موقع موقع سے نہایت خوش وضع، خوش رنگ جام قرینے سے رکھا دیے گئے ہیں۔ پھر جہاں پانی کی، دودھ کی، مصفی شہد کی، اور شراب کی نہریں بہتی ہوں ان کو دیکھ کر تو ایک ایک جنتی کا دل للچاتا ہوگا۔ خصوصاً شراب، جس کو محض اللہ سبحانہ کی ممانعت کی بنا پر چھوڑا ہوا تھا۔ کبھی اس کا رخ نہ کیا۔ آج یہ ممانعت برخاست ہو چکی ہے تو سوچو کس مسرت اور شوق سے جنتی اس کو پیتے ہوں گے۔ یہ جام دستے اور ٹوٹی دار نہ ہوں گے بلکہ مدوّر (گول) ہوں گے کیونکہ اکواب جمع ہے کوبة کی جس کی ڈنڈی اور ٹوٹی نہیں ہوا کرتی۔ اس میں یہ مصلحت ہے کہ جنتی اس کو جس سمت سے لینا چاہے لے سکے اور جس سمت سے پینا چاہے پیا جائے۔ لینے اور پینے میں کسی نوع کی کوئی رکاوٹ نہ پیدا ہو۔

نمارق مصفوفة کی تفسیر وَ نَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ۔ اور تکیے ہیں قطار سے جمے ہوئے" نمارق جمع ہے اور اس کا واحد نُمْرُقَةٌ، نُمْرُقَةٌ، نِمْرِقَة

تینوں طرح آتا ہے اور بغیر ہاء کے نمرق بھی آیا ہے۔ جس کے معنی حضرت ابن عباسؓ سے
دسادہ اور تکیہ کے منقول ہیں۔ یعنی زرنگار تخت جو اہل جنت کے لئے بنائے گئے
ہیں ان پر سلیقے کے ساتھ تکیے بھی لگے ہوں گے تاکہ جنتی لوگ ان پر آرام و اطمینان
کے ساتھ شان سے بیٹھے نظارہ کرتے رہیں۔ عربی تہذیب و شائستگی میں یہ بھی
داخل ہے کہ وہاں کی مجلسیں اور دیوان خانے خوش نما تکیوں سے سجائے جاتے
ہیں تاکہ مہمان آسائش کے ساتھ بیٹھکر بات چیت کیا کریں۔ غالباً اسی مناسبت
سے یہاں پُرتکلف تکیوں کا بیان فرمایا جا رہا ہے کہ جنت میں کسی چیز کی کمی نہیں'
ہر چیز عالی شان' وافر طور پر موجود ہے۔

زرابی مبثوثہ کی تفسیر

وَ زَرَابِیُّ مَبْثُوْثَۃٌ ۔ اور فاخرہ فرش ہیں بچھے ہوئے "
زرابی بھی صیغہ جمع ہے اس کا واحد زَرْبِیٌّ اور زَرْبِیَّۃٌ
آتا ہے۔ امام فراء کہتے ہیں :- ھی الطنافس التی لھا خمل دقیق ۔ وہ چادریں
ہیں جن کو خوب صورت جھالر اور پھندنے لگے ہوئے ہوں " اور امام راغب لکھتے
ہیں :- انّھا فی الاصل ثیاب محبّرۃ منسوبۃ الی موضع ثمّ استعیر
للبسط در اصل یہ نقش و نگار والے کپڑے قالین وغیرہ ہیں جو زرب نامی ایک
ایک مقام کی طرف منسوب ہیں۔ پھر ان کا استعمال بچھونے کے لئے ہونے لگا۔ اور

جوہری کا کہنا ہے کہ نمارق اور زرابی ہم معنی الفاظ ہیں۔ جو بچھونے اور تکیے کے معنی میں مستعمل ہیں۔ بہرحال یہاں یہ بتانا منظور ہے کہ جنتی تختوں پر اعلیٰ درجہ کا فرش خوش وضع قالین توشک، مسند، گاؤ تکیے، جو جاذب نظر بھی ہوں اور ہر طرح نرم ملائم مرغوب طبع ہوں جن کو دیکھتے ہی جی چاہتا ہے کہ ان پر بیٹھ جائیں اور مسند تکیہ لگا کر نظارہ کرتے رہیں۔ غرض سامعہ نوازی پر ہی موقوف نہیں لطف دید لطف نشست و نظارہ لطف خورد نوش اور ہر طرح کا لطف ہی لطف ہے جس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ ع

لطف ایں مے نشناسی بخدا تا نہ چشی

(پ ۳۰ ، الغاشیہ ۱۷ تا ۲۰)

-17 -18 أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۝ وَإِلَى السَّمَاءِ

-19 -20 كَيْفَ رُفِعَتْ ۝ وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ۝ وَإِلَى الْأَرْضِ

كَيْفَ سُطِحَتْ ۝ بھلا کیا نظر نہیں ڈالتے اونٹوں پر کہ کیسے بنائے گئے اور آسمان پر کہ کیسا بلند کیا گیا' اور پہاڑوں پر کہ کیسے کھڑے کئے گئے' اور زمین پر کہ کیسی صاف بچھائی گئی ہے؟"

شان نزول جنتی تختوں کی بلندی وغیرہ کا بیان سن کر کفار نے ازراہ تمسخر کہنا شروع کیا کہ بلالؓ وخبابؓ جیسے کوتاہ قامت لوگوں کو ایسے بلند تختوں سے کیا واسطہ کہ وہ ان پر چڑھ نہیں سکتے' نیز اتنے ان گنت جام نہروں کے کنارے کہاں سے لاکر رکھے جائیں گے اور ایسے مسند تکیے اور ایسا فرش فروش طویل و عریض کہیں دیکھا نہ گیا۔ جنت میں یہ سب کس طرح مہیا ہوگا؟ تو اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ ان لوگوں نے کیا کبھی اونٹ نہیں دیکھے کہ بنی آدم سے بہت اونچا جانور ہے۔ جب انسان اس پر بیٹھنا چاہتا ہے تو اشارہ دینے پر اونٹ بیٹھ جاتا یا اپنا پاؤں خم کر دیتا ہے جس کے ساتھ ہی انسان اس پر سوار ہو جاتا ہے۔ اتنا قوی ہے کہ اس کو بٹھا کر اس پر سامان لادتے ہیں اور وہ تمام سامان بیٹھے پر لدا ہوا ہونے پر بھی بے تکلف کھڑا ہو جاتا ہے میلوں سفر کرتا ہے اور تھکتا نہیں۔ بھوک پیاس کی اسکو پرواہ نہیں

کئی کئی دن بغیر پانی کے گزارا کر لیتا ہے۔ پیٹ میں پانی کا ذخیرہ کر لیتا ہے اور اسی کو نکال نکال کر پیا جاتا ہے۔ دوسرے جانور اپنا مخصوص چارہ استعمال کرتے ہیں اور یہ سب کچھ کھا جاتا اور پیٹ بھر لیتا ہے۔ کانٹے تک کھا لیتا ہے سب جانور پیشاب آگے کی طرف کرتے ہیں اور یہ پیچھے پیشاب کرتا ہے تاکہ سوار کے کپڑے آلودہ نہ ہوں۔ ان تمام خوبیوں کے باوجود اتنا مسکین ہے کہ ایک بچہ بھی نکیل تھام لے تو یہ اسکے پیچھے چلتا ہے۔ پیر رومیؒ فرماتے ہیں :

برخوان "افلاینظر" تا قدرت ما بینی یکرہ بہ شتر بنگر تا صنع خدا بینی
در خار خوری قانع در بار بری راضی ایں صفا گر جوئی در اہل صفا بینی

جب دنیا میں انسان اونٹ پر سواری کر سکتا ہے تو جنت کے اونچے تختوں پر بیٹھنا اس کے لئے کیوں مشکل ہو گا؟ جب کہ ان میں نیچے آنے اور اوپر چڑھ جانے کی صفت بطور خاص ودیعت فرمائی گئی ہو۔

آسمان وزمین اور پہاڑوں کو دیکھنے کی دعوت

اسی طرح کیا ان لوگوں نے کبھی آسمان کو نہیں دیکھا کہ کیسا بلند و بالا بغیر ستون کے خیمہ کی طرح ابتدائے آفرینش عالم سے کھڑا ہوا ہے۔ ہزارہا برس گزر جانے پر بھی اس میں کوئی تغیر نہ آیا۔ آسمان کے ساتھ ستارے بھی دیکھے ہوں گے جن کا کوئی ہیئت داں اب تک شمار

نہ کر سکا۔ اور نہ آلاتِ رصد کے ذریعہ ان کی گنتی مکمل ہو سکی۔ جو خدا آسمان پر ایسے ان گنت ستارے پیدا کرتا ہے۔ نہروں کے کنارے سلیقہ کے ساتھ جام رکھا دینا اس کے نزدیک کیا اہمیت رکھتا ہے؟ یہی حال پہاڑوں اور زمین کا ہے کہ زمین فرش کی طرح ہے، کہیں سرخ کہیں سبز، کہیں سفید تو کہیں سیاہ، کہیں اس پر سبز، زرد، گھانس اوگی ہوئی ہے تو کہیں درختوں کے نیچے پھول پتے رنگ برنگ کے گر کر قالین کی طرح دکھائی دیتے ہیں۔ اور اس پر پہاڑ، مسند اور تکیہ کی طرح ہیں۔ جو بے حد و حساب اور جا بجا قرینے اور سلیقے کے ساتھ کھڑے کئے گئے ہیں۔ جن میں اللہ سبحانہ کی قدرت کے بے شمار خزانے ہیں اور صدہا حکمتوں اور مصلحتوں سے پُر ہیں۔ اگر ان چار چیزوں پر ہی غور کیا جاتا تو ایسے بے سروپا اعتراضات کی نوبت نہ آتی۔

ان چار چیزوں کی وجہ تخصیص

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ قدرتِ الٰہی کے بے شمار نمونے ہیں جن پر غور کرنے سے اللہ سبحانہ کی توحید اور اس کی قدرت کاملہ کا یقین حاصل ہوتا ہے لیکن یہاں خصوصیت کے ساتھ ان چار چیزوں کو کفار قریش کے زیر غور لانے کا سبب یہ ہے کہ قبائل عرب عموماً خانہ بدوش تھے۔ جہاں پانی چارہ مل گیا وہیں ٹھہر گئے۔ اور جن کی زندگی شہری تھی وہ بھی اکثر جنگلوں میں پھرا کرتے سواری میں اونٹ رہتے اوپر آسمان، نیچے زمین، اور گرد و پیش پہاڑ ہوتے۔

اس لئے ان کو متوجہ کیا گیا کہ ہماری توحید، اور قدرت کاملہ، اور حکمت بالغہ کا اندازہ کرنا اور اس کا یقین لانا کیا مشکل ہے اگر اپنی روزمرہ زندگی کے احوال اور گرد و پیش کی چیزوں پر نظر ڈالو تو ہماری تمام باتوں پر تم کو یقین حاصل ہو جائے گا۔ اس پر بھی اگر کوئی غور نہ کرے تو اس کا کیا علاج؟ بجز اس کے کہ بار بار سمجھایا جائے اور نصیحت کی جائے اسی لئے ارشاد ہو رہا ہے :۔

8-21 8-22 فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۝
8-23 8-44 إِلَّا مَنْ تَوَلَّىٰ وَكَفَرَ ۝ فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ ۝ لہذا

آپ یاددہی کئے جائیے، آپ کا کام تو صرف یہی یاددہی ہے، نہیں ہیں آپ ان پر مسلط رہنے والے، ہاں جس نے منہ موڑ لیا اور انکار کیا تو اس کو عذاب دیگا اللہ، وہ عذاب جو سب سے بڑا ہے۔"

اہل غفلت کا علاج | اہل غفلت کا علاج، یاددہانی ہے۔ اسی وجہ سے حضور سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین کو حکم ہو رہا ہے کہ آپ ان کو یاد الٰہی دلاتے جائیے۔ اور یہی یاددہانی آپ کا وظیفہ ہے۔ ان کو اللہ سبحانہ کی یاد دلا دی جائے تو آپ کا فریضہ ختم ہو جاتا ہے۔ آپ پر یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ داروغہ کی طرح ہر وقت ان کے ساتھ لگے رہیں اور ان پر مسلط رہ کر تمام کام ان سے انجام

دلاتے رہیں۔ اگر ایسا ہوگا تو یہ سلسلہ کبھی ختم ہی نہ ہوگا اور آپ کے حق میں یہ تکلیف مالایطاق ہوگی۔ آپ کو بھیجا گیا ہے لتنذر قوماً ما انذر آباؤھم فھم غافلون۔ تاکہ آپ ایسی قوم کو عذاب الٰہی سے ڈراتے رہیں جن کو کوئی ڈرانے والا اب تک نصیب نہ ہوا تھا اور نہ ان کے باپ دادا کبھی ڈرائے گئے تھے وہ سرتاسر غفلت ہی میں پڑے ہوئے تھے۔" اگر غافل کو یاد دہی کی گئی اور وہ اس پر بھی غفلت سے نہ چونکا بلکہ منہ موڑ کر چلا گیا اور نصیحت کو قبول کرنے سے انکار کیا تو وہ مجرم ٹھہرا اور اس پر حجت قائم ہو چکی۔ اب اللہ سبحانہ کا کام ہے کہ اس کو سزا دے ایسی سزا کہ جس سے بڑھ کر اور کوئی سزا نہیں ہو سکتی کیونکہ اس نے جرم بھی ایسا ہی کیا ہے جس سے بڑھ کر کوئی جرم قرار نہیں پا سکتا۔ یعنی جتانے پر بھی انکار۔

آیۂ لست علیہم بمصیطر منسوخ ہے

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ آیۂ کریمہ لست علیہم بمصیطر کا حکم ابتدائے اسلام میں تھا جب تک کہ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں رونق افروز تھے۔ یہ سورت شریفہ بھی مکیہ ہے۔ اس وقت کا اقتضا بھی یہی تھا کہ صرف یاد دہانی اور نصیحت پر اکتفا کی جائے پشت ہا پشت کی غفلت کے بعد یک دم دار و گیر نامناسب تھی۔ مگر جب یہ سلسلہ آپکی مکی زندگی کے تیرہ ۱۳ سال تک جاری رہا تو اس اثنا میں نئی پود وجود میں آ گئی۔ جو بڈھے تھے

وہ مر گئے۔ اور جوان بوڑھے ہونے لگے اور بچے جوان ہو گئے اور بہت سارے جو بعثت شریفہ کے وقت موجود نہ تھے وہ وجود میں آگئے تو ان پر ما انذر آباؤھم کا اطلاق نہیں ہو سکتا تھا۔ اب تو صورت حال یہ ہو گئی قد انذر آباؤھم۔ یعنی انکو بھی ڈرایا گیا اور ان کے باپ دادا کو بھی ڈرایا جاتا رہا" دعوت توحید ان کے حق میں نئی دعوت نہیں رہی۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:۔ لست علیھم بمصیطر نسخ ذلک فقال اقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم۔ (ابوداؤد) لست علیھم بمصیطر کا حکم منسوخ کر دیا گیا اور حکم ہوا کہ مشرکین کو جہاں کہیں پاؤ انکو قتل کر ڈالو"

مضمون بالا کی تائید حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ فاذا قالوھا عصموا منّی دماءھم واموالھم الا بحقھا وحسابھم علی اللہ ثم قرأ فذکر انما انت مذکر لست علیھم بمصیطر۔ (ابن ابی شیبہؒ امام احمدؒ عبد بن حمیدؒ مسلمؒ ترمذیؒ نسائیؒ ابن ماجہؒ ابن جریرؒ حاکمؒ ابن مردویہؒ بیہقیؒ) مجھے حکم ہے کہ میں لوگوں سے جہاد جاری رکھوں اس وقت تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کریں جب وہ اس کلمہ کے قائل ہو جائیں تو وہ اپنے خون اور اپنے مال کو مجھ سے بچا لیں گے مگر جان و مال کا حق ان کو ادا کرنا ہو گا۔ اور ان کا حساب اللہ پر ہے پھر آپ نے یہ آیات کریمہ تلاوت فرمائیں جن کا

ترجمہ یہ ہے کہ آپ ان کو یاد دہانی کیا کیجئے آپ صرف یاد دہانی کرنے والے ہیں۔ کچھ ان پر مسلط نہیں کئے گئے ہیں ہاں جو روگردانی کرے اور انکار کرے تو اللہ ان کو سزا دیگا ایسی کہ اس سے بڑی سزا کوئی اور نہیں ہوسکتی "یعنی دنیا میں قتل اور آخرت میں جہنم۔

8-25 25. إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ 26. ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ... بے شک ہماری
8-26
ہی طرف ہے ان کی واپسی، پھر ہمارا ہی ذمہ ہے ان سے حساب لینا"

ایاب وحساب کی تفسیر یعنی اے نبی کریم! اگر یہ کافر آپ کی یاد دہانی اور نصیحت کو نہ مانیں اور منہ پھیر کر چلے جائیں، یا صرف زبان سے اقرار کریں اور دل سے اس کی تصدیق نہ کریں تو آپ ملول نہ ہوں۔ یہ کہیں بھی جائیں ایک دن ہماری طرف ان سب کو لوٹ کر آنا ہے۔ کوئی شخص چھوٹ نہیں سکتا۔ اور نہ ہمارے احاطۂ قدرت سے باہر نکل سکتا ہے۔ کشاں کشاں ہر ایک ہمارے پاس گرفتار کرکے لایا جائے گا اور ہمارے دربار میں اس کو پیش کیا جائے گا۔ اس کے بعد ہم ہر شخص سے اس کی زندگی کا رتی رتی حساب لیں گے۔ کوئی ہمارے محاسبے سے بچ نہیں سکتا چنانچہ حضرت قتادہؓ نے ان آیات کریمہ کی تفسیر میں فرمایا:۔ الی اللہ الایاب وعلی اللہ الحساب۔ (عبد بن حمید و ابن جریر) سب کو اللہ سبحانہ کی طرف واپس لوٹنا ہے اور سب کا حساب اللہ سبحانہ کے ذمہ ہے" اسی ضمن میں یہ بھی پوچھا جائے گا کہ

بندے! ہم نے تجھ کو دنیا میں اتنی زندگی کا موقع دیا تھا۔ تیری ہدایت کے لئے کتابیں نازل کی تھیں اور تیری تعلیم کے لئے پیغمبروں کو بھیجا تھا۔ ان کتابوں کی کیا قدر کی اور ان پیغمبروں کی کس طرح اطاعت کی اور اس مدت عمر میں کیا کرتا رہا؟ اگر جواب ٹھیک ٹھیک دیگا تو خیر ہے ورنہ اس کو اپنے کئے کی جزا ملے گی۔

الحمد للہ والمن سوره غاشیه تفسیر ختم ہوئی۔ وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔